داعی کے اوصاف

(سیرت طیبہ کی روشنی میں)

The Traits of a Preacher
in the light of Prophet's biography

ڈاکٹر تاج الدین ازہری*

ABSTRACT

Preaching stands as an obligatory duty and Sunnah of all the Prophets from Adam to Muhammad (SAW). The Prophets (SAW) remained committed with this obligation. After the departure of Prophet (SAW) from this material world, this duty has been assigned to the followers of Prophet Muhammad (SAW) but preaching requires certain qualities/traits. The article presents the qualities of a preacher in the light of Prophet's biography who stands as a model of Excellence. The qualities of the preacher include the gentleness, cooperation with the followers, benevolence, tolerance, patience, respect for others and intellectual compatibility of the followers.

Keywords: Preacher, Prophet's biography, Intellectual, Awareness of environment, traits, Ethics of preaching.

دعوت کی اہمیت

دعوت کا کام دراصل انبیاء علیہم السلام کا کام ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء نے یہ فریضہ سرانجام دیا۔ سب سے آخر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے بھی دین اسلام کی دعوت کو لوگوں تک پہنچایا، اور دیگر انبیاءؑ کی طرح اس فریضہ کو بہترین طریقہ سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد ربّانی ہے۔﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

* چیئرمین شعبہ حدیث، کلیہ دراسات اسلامیہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

عَلِيمًا﴾(۱) لوگوں محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي" (۲) میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

چونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آسکتا اس لیے اب دعوت کا فریضہ آپ ﷺ کی امت ہی کو ادا کرنا ہے۔ اگرچہ امت کا ہر فرد اپنی حیثیت کے مطابق اسلام کی دعوت کو آگے بڑھانے کا ذمہ دار ہے لیکن امت میں سے جو افراد اس فریضے کی انجام دہی اپنے ذمے لے لیں انہیں داعی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو داعی کے نام سے بھی نوازا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴾(۳)

اے نبی ہم نے تمہیں گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، خبردار کرنے والا، اللہ کے اذن سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ دین کی دعوت کے لیے سب سے پہلے داعی ہیں اور آپ ﷺ کی امت کے جو لوگ یہ کام کریں گے وہ آپ ﷺ کی سنت پر ہی عمل پیرا ہونے والے لوگ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تمام انسانوں کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾(۴)

بے شک تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔

ایک داعی کے لیے بھی آپ ﷺ کی داعیانہ صفاتِ بہترین زادِ راہ ہیں آپ ہی کے بتائے گئے اخلاق وآداب کو اختیار کر کے آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے اسلام کی دعوت کو دنیا بھر

میں پھیلایا۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک داعی کے لیے درجِ ذیل اخلاق وآداب بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ انہی کا سیرت طیبہ کی روشنی مطالعہ مقالہ کا اصل مقصد ہے۔

۱) دعوت پر پختہ ایمان:

ایک داعی کا ایمان اپنی دعوت پر جس قدر پختہ ہوگا اسی قدر اس کا اثر لوگوں پر بھی پڑے گا۔ اس کے پختہ ایمان کی وجہ سے لوگ اس کی دعوت کو جلدی قبول کریں گے، اس کے برعکس اگر دعوت پر اس کا اپنا ایمان ہی ضعیف ہو تو وہ دعوتی کام کو ایک ثانوی کام سمجھ کر کرے گا۔ اوراس کی کاہلی اور سستی کا اثر اس کی دعوت پر بھی پڑے گا اور لوگ اسے قبول کرنے میں دلچسپی نہیں لیں گے۔

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی دعوت پر آپ کے ایمان کی پختگی کو جاننے کے لیے یہ ایک واقعہ ہی کافی ہے۔

مکہ مکرمہ میں جب مشرکین مکہ آپ ﷺ کی دعوت کے پھیلاؤ کو روکنے میں ناکام ہونے لگے تو وہ جمع ہو کر آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کا بھتیجا اپنی دعوت کے ذریعے ہمیں بڑی تکلیف دیتاہے۔ آپ اسے اس دعوت کے کام سے منع کریں۔ ان مشرکین کے جواب میں آپ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا:

"لو وضعوا الشمس في يميني والقمر في يساري على أن أترك هذا الأمر حتى يظهره الله أو أموت دونه ماتركته"(۵)

اے چچا جان! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دیں تو میں اپنی دعوت کے کام سے باز آنے والا نہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ اسے غالب کر دے یا میں اس کے لیے اپنی جان دے دوں۔

۲) اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق:

کسی بھی داعی کے اپنی دعوت پر پختہ ایمان کے بعد ضروری ہے کہ اس کا جس کی طرف دعوت دی جارہی ہے اس سے گہرا تعلق ہو، اسلام چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا دین ہے اور اسلامی دعوت اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت ہے اس لیے ایک داعی کا اللہ تعالیٰ سے گہرا تعلق ہونا چاہیے۔ دعوت کے کام میں اخلاص نیت، اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع تعلق باللہ کے عملی مظاہر ہیں۔

اگر ہم آپ ﷺ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہر نیک کام کرنے سے پہلے اخلاص نیت کی تعلیم دی ہے اور اس پر عمل کرکے بھی دکھایا ہے۔ کسی کام کے کرنے سے پہلے درستگی نیت کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے:

"إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل أمرىءٍ ما نوى"(٦)

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

آپ ﷺ کے اس فرمان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ریاکاری سے کیے گئے کام میں نہ تو برکت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا اجروثواب ملتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے محبت پر آپ ﷺ کی پوری زندگی گواہ ہے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کی زبان مبارک سے بطور دعا نکلنے والے الفاظ اس کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"اللهم إني أسئلك حبك وحب من يحبك"(٧)

اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے میں آپ ﷺ سب سے آگے تھے۔ نماز اللہ تعالیٰ سے رجوع کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، آپ ﷺ فرض نمازوں کے علاوہ نوافل کا بھی اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ اس سے آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ اس کو دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض

کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشے ہوئے ہیں اس لیے نفلی نمازوں میں اپنے قیام کو کچھ کم کرلیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أفلا أكون عبداً شكوراً"(۸)

کیامیں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، اسی طرح آپ کا ارشاد ہے:

"قرة عيني في الصلاة"(۹)

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اپنی مشکلات میں بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ طائف کے سفر میں جب اہلِ طائف نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے مکہ واپسی کے راستے میں ایک باغ میں آرام کرنے کے لمحات میں جو دعا مانگی تھی اس کے الفاظ آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ سے رجوع پر شاہد ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللهم أشكو إليك ضعف قوتي وقلة حيلتي"(۱۰)

اے اللہ میں تجھ سے اپنی طاقت کی کمزوری، اور اپنے اسباب کی قلت کا شکوہ کرتا ہوں۔

اسی طرح بدر کے میدان میں معرکہ برپا ہونے سے پہلے رات کے تاریک لمحات میں آپ ﷺ نے اس قدر طویل دعا مانگی کہ آپ کے کندھے مبارک سے آپ کی چادر بھی گر گئی جسے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اٹھاتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا۔ یہ سب واقعات آپ کے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی طرف رجوع کی کیفیت کو واضح کرتے ہیں۔

۳) دعوت کے بارے میں علم:

کسی بھی داعی کو اپنی دعوت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ علم ہونا چاہیے کیونکہ اہلِ علم ہی دعوت کے فریضے کو صحیح طور پر انجام دے سکتے ہیں وہی اللہ کے رسول ﷺ کے اصلی وارث ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾(۱۱)

اے نبی آپ کہہ دیجیے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔

اگرچہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی تھی اس کے باوجود آپ ﷺ کو جو دعا وحی الٰہی کے ذریعے سکھلائی گئی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

﴿ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾(۱۲)

ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

﴿ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ﴾(۱۳)

میرا راستہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں بصیرت کے ساتھ میں بھی اور جنہوں نے میری پیروی کی وہ بھی۔

آپ ﷺ پر پہلی وحی کی ابتداء ہی "اِقرأ" سے ہوئی پھر آپ ﷺ نے اس اُمّی (ان پڑھ) معاشرے میں جہاں کے سترہ سے زیادہ افراد لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے اتنے افراد پیدا کر دیئے جنہوں نے نہ صرف آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو لکھ کر محفوظ کیا بلکہ وہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال کو حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ احاطہ تحریر میں بھی لے آئے اور ان کے بعد آنے والوں نے انہیں مرتب ومدوّن بھی کر دیا۔ آج امت مسلمہ دنیا میں اپنے اس کردار میں ممیز ہے۔ علم الاسناد (احوال رجال) ایک ایسا علم ہے جس میں کوئی امت مسلمہ کا ہمسر نہیں۔ دیگر علوم میں بھی امت مسلمہ کی ابتدائی صدیوں کی ترقی سے دنیا اب تک مستفید ہو رہی ہے۔ کتاب وسنت اور فقہ وکلام کے علاوہ بھی جن علوم میں مسلمانوں نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ایک داعی کی ان سب پر نظر ہونی چاہیے تا کہ اپنی دعوت مین ان سے استفادہ کر سکے۔

۴) قول و فعل میں مطابقت:

کسی بھی داعی کی اپنی دعوت میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔ اس کے قول و فعل میں تضاد کو دیکھ کر لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اس کی دعوت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ قرآن مجید نے نبی اکرم ﷺ سمیت مسلمانوں کو اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ، كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ﴾ (۱۴)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا کہ آپ کے قول و فعل میں ہمیشہ مطابقت ہی پائی گئی۔ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے اشد ترین مخالفوں نے بھی نہ صرف آپ ﷺ کے قول و فعل میں مطابقت کی گواہی دی بلکہ اسے سراہا بھی اور آج آپ ﷺ کی بعثت پر چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی آپ ﷺ کے دشمنوں کو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں قول و فعل میں تضاد نہ مل سکا۔

۵) استقامت:

ایک داعی کے لیے استقامت اتنی ہی ضروری ہے جتنی اس کی دعوت، اگر داعی اپنی دعوت پر استقامت کا ثبوت پیش نہیں کرے گا تو دوسرے اس سے سبق کیسے حاصل کریں گے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ آپ کی استقامت کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو اپنی دعوت سے روکنے کے لیے کیسے کیسے حربے استعمال نہیں کیے مگر آپ کی استقامت ہمیشہ ان کے آڑے آئی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پیروکاروں میں سے بھی وہ کسی کو اس کی استقامت کی وجہ سے دینِ حق سے ورغلانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ دعوتِ اسلامی روز بروز پھیلتی ہی چلی گئی۔ اس استقامت کے لیے آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں یہ ارشاد فرمایا:

"قل آمنت باللہ ثم استقم" (۱۵) کہو میں ایمان لایا، اللہ پر اور پھر اس پر استقامت دکھاؤ

۶) دعوتی ماحول کا مکمل شعور:

داعی کے لیے ضروری ہے کہ اسے اپنی دعوت کے ماحول کا مکمل شعور ہو کہ اسے کس طرح کے ماحول میں کس طرح کام کرنا ہے۔ اس کے بغیر اس کی دعوت آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اگر ہم نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں تو اس سلسلے میں ہمیں پوری طرح رہنمائی ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہر طرح کے حالات میں ان کے عین مطابق اپنی حکمت عملی ترتیب دی اور دشمنوں کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ جنگِ بدر کے لیے تیاری ہو یا اُحد کا معرکہ، جنگِ خندق ہو یا فتح مکہ، ہر جگہ آپ ﷺ کو اس چیز کا مکمل ادراک اور شعور تھا کہ ایسے وقت میں ایک قائد کو کیا کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنے ساتھیوں سے مشورے کو بھی کبھی نظر انداز نہ کیا بلکہ حکمِ الٰہی پر عمل کرتے ہوئے ان سے مختلف معاملات میں مشورہ کرکے ان کی بہترین تربیت کی، جس سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد دعوت کو مزید آگے بڑھایا، یہ سب ان کے دعوتی ماحول کے مکمل شعور کی آگاہی ہی کے سبب ممکن ہوا۔ ان سب واقعات میں داعی کے لیے بہت سے اسباق ہیں۔

۷) حکیمانہ اسلوب:

حکیمانہ اسلوب بھی داعی کی دعوت میں بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ اس سے عقل مند ہمیشہ متاثر ہوتے ہیں اور دعوت کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾(۱۶)

اللہ کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو۔

اللہ کے اس حکم پر آپ ﷺ نے پوری طرح عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ کی سیرت حکیمانہ اسلوب سے بھری ہوئی ہے یہاں صرف ایک واقعہ نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ سے حالت کفر میں مشرکین مکہ نے عرض کیا وہ ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ آپ ﷺ کو بتوں کے بارے میں گفتگو سے روکا جا سکے۔ حضرت حصینؓ جب مشرکین کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں آتے دیکھ کر اپنے صحابہؓ سے فرمایا "بزرگ آدمی کے لیے جگہ کشادہ کرو" بیٹھنے کے بعد حصرت حصینؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "یا محمد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ ہمارے خداؤں کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں" آپ ﷺ نے پوچھا: "اے حصینؓ تمہارے کتنے خدا ہیں"۔ حصینؓ نے جواب دیا: "سات زمین میں، اور ایک آسمان میں"، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا "اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو کس کو پکارتے ہو؟ حصینؓ نے جواب میں کہا "جو آسمان میں ہے"، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر مال ضائع ہو جائے تو پھر کس کو پکارتے ہو؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ جو آسمان میں ہے اسے پکارتا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "تمہاری پکار کا جواب تو ایک ہی دیتا ہے مگر تم اس کے ساتھ شریک بناتے ہو" اے حصینؓ اسلام قبول کرلو سلامتی پاؤ گے"، اس پر حصین رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا۔ جونہی وہ آپ ﷺ کی مجلس سے باہر آئے تو مشرکین نے کہا یہ بھی صابی (بے دین) ہو گیا ہے۔ اور انہیں چھوڑ کر خود چل دیئے۔

یہ ہے وہ حکیمانہ اسلوب جس سے متاثر ہو کر حضرت حصینؓ اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو گئے۔(۱۷)

۸) اخلاقِ حسنہ کا نمونہ:

مدعو دعوت قبول کرے یا نہ کرے مگر اس پر داعی کے اخلاق کا اثر ضرور ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾(۱۸) اے نبی

آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پوری کی پوری اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہے۔ اپنے دشمنوں کے درمیان آپ ﷺ کی مکی زندگی اعلیٰ اخلاق کی بہترین مثال ہے جس کی شہادت آپ کے مخالفین نے بھی دی ہے۔ مدنی زندگی میں بھی آپ ﷺ نے اخلاق کی اعلیٰ اقدار سے کبھی دامن نہ چھڑایا بلکہ آپ ﷺ کی شریعت کی تعلیمات میں کسی بھی جگہ اخلاق کو نظر انداز نہیں کیا گیا، اس لیے کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے:

"إنما بعثتُ لأتمم أحسن الأخلاق" (١٩) میں تو مبعوث ہی اس لیے کیا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کر دوں۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد مبارک کی روشنی میں ایک داعی کو اپنوں اور غیروں کے درمیان ہمیشہ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ بن کر رہنا چاہیے تاکہ اس کی دعوت ایک موثر تحریک بن کر ابھرے اور دوسروں کو اس پر انگلیاں اٹھانے کا موقع نہ ملے۔

٩) مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان:

کسی بھی داعی کے لیے عام مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا بہت ضروری ہے، اگر داعی میں یہ صفت مفقود ہو تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ پوری جماعت انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھیوں پر مکمل اعتماد تھا اور آپ ﷺ ان سب کے بارے میں اچھا گمان رکھتے تھے اور ان کی ظاہری حالت ہی کو دیکھ کر ان کے بارے میں کوئی حکم لگاتے تھے اور ان کے خفیہ معاملات کو اللہ تعالیٰ کو سپرد فرمادیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں بھی اسی کی تلقین فرمائی، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث" (٢٠) بدگمانی سے بچو! بے شک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔

"حسن الظن من حسن العبادة" (۲۱)

اچھا گمان رکھنا اچھی عبادت میں سے ہے۔

آج مسلمانوں کے اکثر دعاۃ آپس کی بد گمانی کا شکار ہیں، اور اسی بد گمانی کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے سے باہم دست و گریباں ہیں۔ عالمی سطح پر ان کی ہیبت اور رعب ختم ہو چکا ہے۔ اگر سیرت طیبہ کے اس پہلو سے استفادہ کر کے آپس کے حسن ظن کو بحال کر دیا جائے تو شاید اللہ تعالیٰ پھر سے ہماری عظمت رفتہ کو بحال کر دے اور ہم پھر سے ایک ہو کر دشمن کی چالوں کو سمجھنے اور اس کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن پر آسکیں۔

۱۰) گناہ گاروں کی پردہ پوشی:

اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں ہے، ہر کسی سے کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی کوتاہی یا غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ ان کوتاہیوں اور غلطیوں پر پردہ ڈال کر نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کو نہایت مضبوط بنالیا تھا۔ اور اپنی تعلیمات کے ذریعے امت مسلمہ کی یوں رہنمائی فرمائی: "من ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة" (۲۲) جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

کسی کی کوتاہی یا غلطی کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے نہ صرف یہ کہ اسے شرمندگی ہوتی ہے بلکہ یہ چیز جماعت کے افراد کی کمزوریوں کو بھی نمایاں کرتی ہے۔ جس قدر ممکن ہو داعی کو ساتھیوں کی پردہ پوشی کر کے دعوت کے کام کو آگے بڑھانا چاہیے اور اگر کسی کی کوتاہی یا غلطی سے دعوت کا نقصان ہو رہا ہو تو اس سے علیحدگی میں مل کر اس کو تاہی یا غلطی پر متنبہ کرنا چاہیے نہ کہ سب کے سامنے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنے کسی ساتھی کو دوسرے کے سامنے اس کی کوتاہی یا غلطی پر شرمندہ نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ مجمع عام سے اس انداز میں خطاب فرماتے تھے کہ اس سے جس سے کوتاہی یا غلطی ہوئی ہوتی تھی، وہ بھی سمجھ

جاتا تھا، اور دوسرے بھی اس سے اپنی اصلاح کر لیتے تھے۔ اس طرح کے کئی واقعات سیرت نبوی میں موجود ہیں جن سے داعی استفادہ کر سکتا ہے۔

۱۱) لوگوں کے ساتھ میل جول:

داعی کے لیے لوگوں کے ساتھ میل جول بہت ضروری ہے کیونکہ اس نے لوگوں کو اچھائی کی دعوت دینا ہے۔ اگر وہ لوگوں سے میل جول نہیں رکھے گا تو دعوت کیسے دے گا؟ لیکن اس میں بھی اسے سیرت نبوی ہی کو رہنما بنانا ہو گا۔

آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اپنی دعوت کو پھیلانے کے لیے جہاں خواص سے ملاقاتوں کا اہتمام فرمایا وہاں عام لوگوں سے بھی آپ ﷺ کا میل جول تھا ان میں سے کئی ایک آپ ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو کر مسلمان بھی ہوئے۔ آپ ﷺ عربوں کی طرف سے منعقد کیے جانے والے مختلف میلوں اور تجارتی بازاروں میں بھی اپنی دعوت کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے تشریف لے جاتے اور یوں آپ کی دعوت کے اثرات دور دور تک پہنچ گئے۔

۱۲) لوگوں کی زیادتی پر صبر:

داعی کے لیے سب سے اہم مرحلہ اپنی دعوت کے دوران لوگوں کی طرف سے ہونے والی زیادتی پر صبر کرنا ہے۔ تمام لوگ داعی سے ایک ہی طرح پیش نہیں آتے کوئی اچھا سلوک کرتا ہے تو کوئی برا، لیکن داعی کو صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

آپ ﷺ نے جب دعوت کا آغاز کیا تو لوگوں نے آپ کو کیا کیا تکلیفیں نہیں پہنچائیں۔ بیت اللہ شریف میں نماز کے دوران آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر اونٹ کی اوجڑی لا کر رکھ دی گئی جسے آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے آکر اٹھایا۔ اسی طرح آپ کے گلے مبارک میں چادر ڈال کر آپ ﷺ کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے ناکام بنایا۔ آپ ﷺ کے پیروکاروں پر مشرکین مکہ کی سختی اور انہیں طرح طرح کی اذیت دینے کی

فہرست تو بہت طویل ہے جن میں حضرت بلال، حضرت یاسر، حضرت خباب اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات داعی کے لیے زادِ راہ ہیں۔

۱۳) مراتب کا احترام:

لوگوں کی طرف سے ایذا رسانی کے باوجود ان کے مراتب کا احترام داعی کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر وہ اپنی دعوت کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اس کے پاس ہر طرح کے لوگ آئیں گے۔ جن میں مختلف قبیلوں اور گروہوں کی بڑی شخصیات بھی ہو سکتی ہیں، اہلِ علم بھی اور عام آدمی بھی، اسے چاہیے کہ ان میں سے ہر ایک کے مرتبہ اور مقام کے مطابق ان سے سلوک کرے۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أمرنا رسول الله أن ننزل الناس منازلهم"(۲۳)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے مرتبے کے لحاظ سے مقام دیں۔

ایک اور روایت میں حضرت عمرو بن شعیب نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويعرف شرف كبيرنا"(۲۴)

جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف تعلیم دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر عمل کرکے بھی دکھایا۔

آپ ﷺ بچوں سے پیار کرتے، انہیں بوسہ دیتے، گود میں بٹھاتے، نوجوانوں کی اچھے کاموں کے لیے نہ صرف رہنمائی کرتے بلکہ کام کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتے۔ بزرگوں کی عزت کرتے اور انہیں مجلس میں کشادہ جگہ عطا فرماتے، مختلف قبیلوں کے سربراہوں کا ان کے وفود کے ساتھ

والہانہ استقبال کرتے، ان کے رؤساء کے حق میں بھلائی کے کلمات ادا فرماتے جیسا کہ آپ نے وفد عبدالقیس کے ساتھ کیا۔ ایک داعی کے لیے اس میں بہترین نمونہ ہے۔

۱۴) لوگوں کے ساتھ تعاون اور حسبِ ضرورت مشورہ و نصیحت:

داعی کبھی بھی تنہائی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو ہمیشہ لوگوں کے درمیان گھرا رہتا ہے اس لیے اسے زندگی میں جگہ جگہ اپنوں اور غیروں دونوں سے تعاون لینے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے ہمیں رہنما اصول فراہم کر دیا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۲۵)

بھلائی اور نیکی کے کاموں میں تعاون کرو، اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں تعاون نہ کرو۔

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الدين النصيحة قيل لمن قال: لله ولكتابه ولرسوله ولآئمة المسلمين وعا متهم" (۲۶)

دین خیر خواہی ہے۔ سوال کیا گیا کس کی؟ فرمایا: اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے امراء (سربراہوں) کی اور عام مسلمانوں کی۔

ان تعلیمات کے تناظر میں دیکھا جائے تو نبی اکرم ﷺ کی زندگی پوری انسانیت کے لیے خیر خواہی چاہنے کی زندگی ہے۔ آپ ﷺ نے بھلائی کے کاموں میں تعاون کرنے سے کبھی بھی پہلو تہی نہیں فرمائی بلکہ آگے بڑھ کر دوسروں کا ساتھ دیا۔

بعثت نبوی سے پہلے حلف الفضول کے معاہدے میں آپ ﷺ کی شرکت اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

"ما أحب أن لي به حمر النعم ولو دعيت في الإسلام لأجبت" (۲۷)

مجھے اس معاہدے کے مقابلے میں سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں ہے اور اگر اسلام میں مجھے ایسے معاہدے کے لیے بلایا جائے تو میں اس کا مثبت جواب دوں گا۔

ایک داعی کو چاہیے کہ وہ سیرت طیبہ کے اس پہلو کی روشنی میں اپنوں اور غیروں سے تعاون کرتا ہوا، اپنے آپ کو اور اپنی دعوت کو آگے بڑھائے۔ آج دنیا ایک گاؤں کی حیثیت اختیار کر چکی ہے فاصلے سمٹ گئے ہیں اور لوگوں کا ایک دوسرے سے رابطہ بھی آسان ہو گیا ہے۔ داعی کو چاہیے کہ اس ترقی سے فائدہ اٹھائے اور لوگوں سے تعاون لے بھی اور ان سے تعاون کرے بھی تا کہ اسلامی دعوت پوری دنیا میں آسانی سے اپنی منزلیں طے کرتی ہوئی آگے بڑھے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حیثیت کے مطابق اسلامی دعوت کو پھیلانے میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورۃ الاحزاب، آیت:۴۰

۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ۳/ ۱۳۰۰، دار ابن کثیر، بیروت لبنان، طبعہ ثالثہ ۱۶۵۷ھ /۱۹۸۷ء۔

۳۔ سورۃ الاحزاب، آیت:۴۵-۴۶۔

۴۔ سورۃ الاحزاب، آیت:۲۱

۵۔ ابن ھشام، محمد بن عبد الملک، السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۶۶، تحقیق السقا الابیاری وشلبی، مصطفی الحلبی قاہرہ، طبعہ ثانیہ ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء۔

۶۔ صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ۱/ ۳۔

۷۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب الدعوات، ۵/ ۵۲۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س۔ن

۸۔ صحیح البخاری، ابواب التہجد، باب قیام النبی ﷺ حتیٰ ورم قدماہ ۱/ ۳۸۰۔

۹۔ نسائی، احمد بن شعیب، سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء ۷/ ۶۱، مکتبہ مطبوعات اسلامیہ، حلب، طبعہ ثانیہ ۱۳۰۶ھ /۱۹۸۶ء

۱۰۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، کتاب الدعاۃ، باب القول عند بناء الرجل اہلہ صفحہ ۳۱۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، طبعہ اولیٰ ۱۴۱۳ھ

۱۱۔ سورۃ الزمر، آیت:۹

۱۲۔ سورۃ طٰہٰ، آیت:۱۱۴

۱۳۔ سورۃ یوسف، آیت:۱۰۸

۱۴۔ سورۃ الصف، آیت:۲-۳

۱۵۔ عثمانی، شبیر احمد، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، تعلیقات محمد رفیع عثمانی، کتاب الایمان، باب جامع خصائل الاسلام ۱/ ۵۷۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، طبعہ اولیٰ ۱۴۲۶ھ /۲۰۰۶ء

۱۶۔ سورۃ النحل، آیت:۱۲۴

۱۷۔العسقلانی، ابن حجر، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ا /۲۵۷، تحقیق طٰہٰ الزینی، ناشر مکتبہ الکلیات الازھریۃ، قاہرہ، س۔ن

۱۸۔ سورۃ القلم، آیت: ۴

۱۹۔ احمد بن حنبل، امام، مسند احمد بن حنبل ۲ / ۲۸۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، س۔ن

۲۰۔ السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب فی الظن، ۴ / ۳۶۵، تحقیق محمد عدنان، دار احیاء التراث العربی، طبعہ اولیٰ ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء

۲۱۔ سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب فی حسن الظن ۴ / ۳۸۸۔

۲۲۔ سنن ابی داوٗد، کتاب الادب، باب المواخاۃ ۴ / ۳۵۷

۲۳۔ سنن ابو داوٗد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم ۴ / ۳۴۳

۲۴۔ سنن ابو داوٗد، باب فی الرحمۃ ۴ / ۳۷۱

۲۵۔ سورۃ المائدۃ، آیت: ۲

۲۶۔ سنن ابو داوٗد، باب فی النصیحہ ۴ / ۳۷۲

۲۷۔ الدمشقی، اسماعیل بن کثیر ابو الفداء، البدایۃ والنہایۃ ۲ / ۲۹۳، بیروت، طبعہ اولیٰ ۱۹۶۶ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆